امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال اور ان میں التحالف کا اصول، تجزیاتی مطالعہ

Al-Tahaluf in the light of Fiqa-e-Hanafi: An analytical study of Marju' Anha Aqwal of Imam Abu Hanifa

Muhammad Zubair
PhD Scholar Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & IT Peshawar
Email: muhammadzubairskt789@gmail.Com
Dr Gulzada Sherpaw
Assistant Professor Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science & IT Peshawar
Email: gulzada100@gmail.com

Abstract
Islamic jurisprudence (Fiqh), rooted in the Quran and the Sunnah of Prophet Muhammad ﷺ forms the foundation of Islamic law. Imam Abu Hanifa (RA), recognized as the founder of Fiqh, made unparalleled contributions by organizing the dispersed scholarly heritage of the Companions (RA) and their Successors (Tabi'un) into a systematic framework. Assisted by a team of forty jurists, he classified Fiqh into chapters addressing worship, transactions, marriage, and criminal laws, setting a historical precedent in legal scholarship.
This study offers an analytical investigation into the retracted opinions (Marju' Anha Aqwal) of Imam Abu Hanifa (RA) as recorded in Fiqa-e-Hanafi. It examines these opinions across key areas of Islamic law, including worship, marriage, Li'an, criminal laws, and transactions, highlighting the dynamic and adaptive nature of Hanafi jurisprudential approach. The research analyzes Al-Tahaluf (the principle of reconciliation) within the retracted opinions of the Imam (RA), illustrating its relevance in addressing contemporary Fiqh challenges. By delving into the jurisprudential contributions and intellectual insights of Imam Abu Hanifa (RA), this study serves as a valuable resource for understanding his legacy and its application in modern contexts, providing practical guidance for the Muslim Ummah.
Keywords: Islamic Jurisprudence, Imam Abu Hanifa (RA), Compilation of Fiqh, Retracted Opinions, Hanafi Legal Sources, Principle of Reconciliation, Al-Tahaluf

ابتدائیہ

1. اسلام دین فطرت ہے، جس کی تبلیغ و تشریح کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو منتخب کیا اور قرآن کریم نازل فرمایا۔ اس کتاب کی عملی وضاحت احادیث مبارکہ میں موجود ہے، جو فقہ اسلامی کا لب و لباب ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ اسلامی کی تدوین میں تاریخی خدمات سر انجام دیں، جنہیں فقہ اسلامی کا بانی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے صحابہؓ اور تابعینؒ کی علمی میراث کو منظم کرنے کی ضرورت محسوس کی، کیونکہ ان کے زمانے میں یہ علم مختلف بلاد میں منتشر تھا۔

2. امام ابو حنیفہؒ نے اپنے چالیس مجتہد شاگردوں کی مدد سے فقہ کو ابواب کی شکل میں ترتیب دیا، جیسے عبادات، معاملات، مناکحات، اور حدود۔ ان کی تدوین فقہ ایک ایسا تاریخی کارنامہ ہے، جس کی مثال غیر اسلامی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اس مقالے میں امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال کا حنفی مصادر فقہیہ کی روشنی میں علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

3. عبادات، نکاح، لعان، حدود، اور معاملات جیسے ابواب میں ان اقوال کی جمع بندی اور ان کا تجزیہ شامل ہے۔ اس تحقیق کا مقصد امام ابو حنیفہؒ کی فقہی خدمات کو نمایاں کرنا اور امت مسلمہ کے لیے رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ یہ مقالہ فقہ اسلامی کی تدوین اور امام ابو حنیفہؒ کی علمی میراث کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہو گا۔ امام ابو حنیفہؒ کے فقہی اجتہادات اور مرجوع عنہا اقوال میں التحالف کے اصول کو اجاگر کرنے کے لیے اہم ہے، کیونکہ یہ ان کے اجتہادی طرزِ عمل اور علمی بصیرت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ مطالعہ عصری مسائل کے حل میں التحالف کے اصول کی تطبیق کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو آج کے فقہی چیلنجز کا مؤثر حل پیش کر سکتا ہے۔

ضرورت واہمیت

علم فقہ میں جن شخصیات نے عظیم خدمات پیش کی ہیں، ان میں سر فہرست امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ آج تک امت مسلمہ ان کے علوم اور فقہی خدمات سے مستفید اور سیر اب ہو رہے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ وہ شخصیت ہے جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں علم فقہ کی تدوین اور ترتیب شروع کی۔ اور جن حضرات نے خاص علوم کو نئے انداز و فکر کیساتھ ترتیب دی ہے وہ ان کے مدون و بانی کہلاتے ہیں اسی مناسبت خاصہ کی وجہ سے

امام ابو حنیفہؒ کو فقہ اسلامی کا بانی کہا جاتا ہے مسند خوارزمی میں ہے "کہ امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے فقہ اسلامی کو مدون اور مرتب کیا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمھم اللہ نے فقہ اسلامی کو ابواب فقہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی ان کو اپنی حفظ پر اطمینان تھا لیکن امام ابو حنیفہؒ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمھم اللہ کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم فقہ کو منتشر پایا اور متاخرین کے ضعف حفظ کا خیال رکھتے ہوئے فقہ اسلامی کی تدوین اور ترتیب کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس شاگردوں کو فقہ اسلامی کی تدوین اور ترتیب کیلئے منتخب کیا، جو کہ سب کے سب اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلہ محدثین کے شیخ الشیوخ تھے، اور امام ابو حنیفہؒ نے جس طرز اور انداز سے فقہ اسلامی کی تدوین اور ترتیب کا کام سرانجام دیا یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظیر غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نہیں ملتی اس لئے راقم نے ایسے عظیم شخصیت کو اپنے مقالہ کے موضوع کیلئے منتخب کیا کہ "امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال کا علمی و تحقیقی جائزہ حنفی مصادر فقہیہ کی روشنی میں" پیش کر کے فقہ حنفی کے مصادر اور مراجع میں غوطہ زنی کر کے گوھر بے بہا کو نکال کر خود بھی مستفید ہوا جائے اور امت مسلمہ کیلئے بھی ایک راہنمائی کا ذریعہ بن جائے گا، اور فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر بھی پیش کیا ہے۔

عبادات میں جتنے ابواب ہیں ان میں امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال کا جمع بندی کر کے حنفی مکتب فکر کے مصادر و مراجع فقہیہ کے روشنی میں ان کا تحقیقی اور علمی جائزہ پیش کیا ہے اور اسی طرح مناکحات ، حدود اور معاملات میں جتنے فقہی ابواب ہیں جیسے باب النکاح، باب اللعان وغیرہ ان سب میں امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال کا جمع بندی کر کے ان کا تحقیقی اور علمی جائزہ پیش کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال اور ان میں التحالف کا اصول بھی نمایاں ہے۔

التحالف کا لغوی معنی ہے "اتحاد" یا "معاونت"۔ یہ لفظ عموماً دو یا زیادہ فریقوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، اشتراک یا یکجہتی کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی فقہ میں یہ اصطلاح مختلف فقہی اصولوں یا اجتہادی آراء کے درمیان ہم آہنگی یا تعاون کو ظاہر کرتی ہے، جہاں مختلف مکاتب فکر یا علماء مل کر مشترکہ مسائل پر رائے قائم کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1: بائع اور مشتری کے درمیان اختلاف کی صورت میں گواہوں کی اولویت: اگر بائع و مشتری ثمن اور مبیع ہر دو میں اختلاف کریں بائع کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ باندی ایک سو میں بیچی ہے اور مشتری کہے کہ یہ باندی اور اسکے ساتھ فلاں چیز پچاس میں بیچی ہے اور دونوں بینہ قائم کر دیں۔ تو ثمن کے بارے میں بائع کا بینہ معتبر ہو گا اور مبیع کے بارے میں مشتری کا مگر یہ امام ابو حنیفہؒ کا آخری قول ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ وہ دونوں مشتری کو ایک سو پچاس میں دلائی جائیں گی[1]۔

وجہ رجوع: اگر بائع اور مشتری میں سے ہر ایک نے بینہ پیش کر دیا تو جس شخص کا بینہ زیادتی کو ثابت کرنے والا ہو گا اس کے بینہ پر فیصلہ کر دیا جائے گا، کیوں کہ بینات کو اثبات کے لیے وضع کیا گیا ہے اس لیے جس کا بینہ زیادتی کے لیے مثبت ہو گا وہی معتبر ہو گا اور چونکہ جو بینہ زیادتی کو ثابت کرے گا وہ کی کو ثابت کرنے والے بینہ کے معارض بھی نہیں ہو گا اس لیے اس حوالے سے بھی "مثبت للزيادة والا بينه" مقبول ہو گا۔

مسئلہ نمبر2: عاریۃ کے ضمان کا مسئلہ: امام کاسانیؒ نے بدائع الصنائع کتاب العاریۃ میں ذکر کیا ہے۔ اگر ایک شخص نے کوئی چیز عاریت پر لی اور اس چیز کے استعمال کو ایک مخصوص مکان کے ساتھ مقید کر دیا مثلاً معیر اسے کہے کہ اس اس چیز کو تو اس شہر کے اندر استعمال کر سکتا ہے تو اس کا استعمال اس شہر کے ساتھ خاص ہو گا تو مستعیر جس وقت چاہے یا جس کام میں چاہے اسے استعمال کر سکتا ہے اس لئے کہ اس نے اسی مکان کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ لیکن اس کو اس مخصوص مکان سے تجاوز کرنے کی اختیار نہیں ہے اگر معیر نے اس مخصوص مکان سے تجاوز کیا تو اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں معیر اس عاریۃ چیز کا ضامن ہو گا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا آخری قول ہے۔ امام صاحبؒ کا پہلا قول یہ تھا کہ معیر اس عاریۃ چیز کی قیمت کے ودم ضمان کے قائل تھے۔ جیسا کہ مودَع (جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے) امانت کے ضمان سے بری ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول اول سے رجوع فرمایا تھا[2]۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی وجہ تجاوز عن المکان عن الماذون ہے۔ یعنی معیر نے خاص مکان تک وہ چیز لے جانے کی اجازت دی تھی اس سے آگے لے جانے کی اجازت نہیں تھی اور مستعیر نے اس سے تجاوز کیا جو عاریۃ چیز کی ہلاکت کی سبب بنی اسی سبب کی بناء پر معیر عاریۃ چیز کے ضمان سے بری نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ نمبر3: ایک چیز کے اقرار میں ضمناً واجب ہونے والی چیز: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میں نے دس تھانوں میں لپٹا ہوا ایک تھان غصب کیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول اول کے مطابق اس مقر پر ایک ہی تھان واجب ہو گا۔ امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ مقر نے فی عشرۃ اثواب کہا ہے اور حرف فی وسط اور درمیان کے لئے بھی مستعمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے فادخلی فی عبادی ائ بین عبادی کے معنی میں ہے اور حرف فی عشرۃ اثواب میں فی کے یقینی طور پر ظرف کے معنی میں ہونے کے حوالے سے شک ہو گیا ہے اور شک کی صورت میں اقل پر عمل ہوتا ہے اور یہاں اقل ایک تھان ہے اس لئے مقر پر ایک ہی تھان واجب ہو گا۔ اور چونکہ ایک تھان واجب کرنے سے وہ بہ آسانی بری الذمہ بھی ہو جائے گا اور ذمہ کی براءت اصل ہے لہٰذا اس وجہ سے بھی اس پر ایک ہی تھان لازم ہو گا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع فرمالیا تھا۔ امام صاحب کا دوسرا قول مرجوع الیہ قول یہ ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میں نے دس تھانوں میں لپٹا ہوا ایک تھان غصب کیا ہے۔ تو اس پر گیارہ تھان واجب ہو گا۔

وجہ رجوع: وجہ رجوع یہ ہے کہ کبھی کوئی کپڑا بہت عمدہ ہوتا ہے اور اسے کئی کئی کپڑوں میں لپٹا جاتا ہے اس لئے عشرۃ اثواب کو ثوب واحد کے لئے ظرف بنانا ممکن ہے اور چونکہ ظرف اور مظروف ایک ساتھ تحقق ہوتے ہیں اس لئے مقر پر گیارہ تھانوں کا ضمان واجب ہو گا[3]۔

مسئلہ نمبر4: قرض میں ڈوبا ہوا عبد ماذون: ماذون اذن سے مشتق اور ماخوذ ہے اور اذن کے لغوی معنی ہیں اطلاع کرنا، باخبر کرنا اور اس کے شرعی معنی ہیں حجر اور پابندی کو ختم کرنا یعنی حق مولیٰ کی وجہ سے غلام پر خرید و فروخت کرنے اور تصرف کرنے کی جو پابندی ہوتی ہے اجازت سے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح مولیٰ اجازت دے کر اپنا حق ساقط کر دیتا ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر عبد ماذون پر اتنا قرضہ ہو کہ اس کی گردن اور مال کو محیط ہو اور اس کے پاس کچھ مال ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہاں مولیٰ اس مال کا مالک نہیں ہو گا اور اگر اس غلام نے اپنی کمائی سے کوئی غلام خرید کر رکھا ہو اور مولیٰ اسے آزاد کر دے تو یہ اوتاق بھی نافذ نہیں ہو گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مولیٰ اس صورت میں عبد ماذون کی ملکیت کا وارث ہوتا ہے جب اسے اپنے مال کی ضرورت نہ ہو حالانکہ اس پر دین محیط ہونے کی وجہ سے اسے اپنے مال کی ضرورت ہے اس لئے اس کی اپنی ضرورت مولیٰ

کی نیابت وخلافت سے مقدم ہو گی اور عتق ملکیت کی فرع ہے لہٰذا دونوں فریق کے یہاں جو حکم ملکیت کا ہو گا وہی حکم عتق کا بھی ہو گا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا مرجوع الیہ قول یہ ہے کہ یہاں مولیٰ غلام کے پاس موجود مال کا بھی مالک ہو گا اور مولیٰ کی طرف سے غلام کے غلام کا اعتاق بھی نافذ ہو گا۔ البتہ مولیٰ پر اس آزد کردہ غلام کی قیمت واجب ہو گی، اور اگر عبد ماذون کا دین محیط نہ ہو تو بالاجماع غلام آزاد ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مولیٰ ابھی بھی عبد ماذون کا مالک ہے اور عبد ماذون کے حوالے سے اس کے غلام کا بھی مالک ہے، کیونکہ اصل کی ملکیت فرع کی ملکیت کی علت ہوتی ہے اور پھر جب مولیٰ اپنے غلام کو آزاد کرنے کا مالک ہے تو غلام کے غلام کو بھی آزاد کرنے کا مالک ہو گا[4]۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی وجہ یہ ہے کہ آقا کی ملک سے مانع در حقیقت غلام کی کمائی ہے جس کو غلام نے اپنی ضرورت کے لئے مشغول رکھا ہے یعنی غلام اتنا مقروض ہوا ہے کہ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی اپنے آقا کو نہیں دے پاتا، یہی چیز در حقیقت آقا کی ملک سے مانع ہے لیکن اب صورت حاکل یہ ہے کہ اس کی کمائی کا کچھ حصہ مشغول ہے اور اس کا کچھ فارغ ہے، اگر اس فارغ حصہ کا اعتبار کیا جائے تو اس فارغ حصہ میں آقا کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ اس حصہ کا اعتبار کرتے ہوئے مالک کی ملک کو ثابت کریں گے تو لا محالہ ہم یہ کہیں گے کہ غلام کے قرض خواہوں کا قرض دینا آقا کے ذمہ ہو گا تا کہ آقا اور غرماء کے حقوق کی بقدر امکان حفاظت کی جاسکے، اسی بناء پر جب غلام نے دوسرے غلام کو خرید کر آزاد کیا ہو تو اس اعتاق صحیح ہو گا[5]۔

مسئلہ نمبر 5: اونٹ کرایہ پر لیا تو ہر مرحلہ کی اجرت کا مطالبہ مؤجر کر سکتا ہے: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مکہ مکرمہ جانے کے لئے کسی کا اونٹ کرایہ پر لیا تو اونٹ والے کو یہ حق حاصل ہے کہ مستاجر سے ہر ہر منزل کا کرایہ وصول کرے اس لئے کہ ہر ہر منزل کا کرایہ بھی واجب ہو گا۔ یہی اصح اور معتمد قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا قول مرجوع الیہ بھی یہی ہے امام ابو حنیفہؒ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ جب تک سفر ختم نہیں ہو جائے گا اور اجارہ کی مدت پوری نہیں ہو گی اس وقت اجرت نہیں واجب ہو گی کیونکہ معقود علیہ یہ ہے کہ مدت سفر میں پورا منافع حاصل ہو اور سفر مکمل ہونے کے بعد جب منافع مکمل ہو تو اجرت بھی

پوری واجب ہو لہٰذا اجرت کو منافع کے اجزاء پر تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے جیسے اگر معقود علیہ کام ہو تو مکمل ہونے سے پہلے اجرت نہیں واجب ہو گی[6]۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے قول مرجوع الیہ کی دلیل یہ ہے کہ قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ لمحہ بلمحہ اجرت واجب ہو، کیونکہ اسی اعتبار سے منفعت حاصل ہوتی ہے، لیکن لمحہ بلمحہ اگر ہم موجر کو اجرت کے مطالبہ کرنے کا حق قرار دیں تو مستاجر اسی لین دین میں مشغول رہے گا اور دوسرا کام نہیں کر سکے گا، لہٰذا بہتر شکل وہی ہے جو بیان ہوا کہ ہر ہر منزل پر لین دین ہو[7]۔

مسئلہ نمبر6: کام کی نوعیت کے لحاظ سے اجارہ کرنا: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے حیرہ تک جانے کے لئے ایک درہم مین سواری کرائے پر لی کہ اگر ایک مَن جو لادے گا تو نصف درہم کرایہ ہو گا اور اگر ایک مَن گندم لادے گا ایک درہم کرایہ ہو گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس قسم کا اجارہ فاسد ہے، دلیل یہ ہے کہ معقود علیہ مجہول ہے نیز اجرت بھی دو چیزوں میں سے ایک ہی ہے اور وہ مجہول ہے اور جہالت موجب فساد ہے، کیونکہ اجرت تو کام کے بعد لازم ہو گی اور اس وقت جہالت ختم ہو جاتی ہے اور ان مسائل میں تخلیہ کرنے اور سپرد کرنے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے اور جہالت باقی رہتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع فرمالیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں کہ اگر کسی نے حیرہ تک جانے کے لئے اس شرط پر کرایہ کی سواری لی کہ اگر ایک مَن جو لادے گا تو نصف درہم ہو گا اور اگر ایک مَن گندم لادے گا تو ایک درہم کرایہ ہو گا یہ جائز ہے[8]۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی دلیل یہ ہے کہ موجر کو دو مختلف اور صحیح عقد کے مابین اختیار دیا ہے لہٰذا یہ اختیار صحیح ہو گا۔ اجارہ نفع حاصل کرنے کے لیے منعقد ہوتا ہے اور نفع حاصل کرتے وقت جہالت ختم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر7: اجارہ صحیح یا فاسد ہونے کا مسئلہ: علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع نے شرائط رکن الاجارہ کی فصل میں ذکر کیا ہے صورت مسئلہ یہ ہے۔ کہ کرایہ دار کو اگر مالک مکان کہے کہ اگر تو اس میں لوہاری کا کام کرے گا تو اس کا کرایہ دس درہم ہو گا، اگر تو اس میں ریشمی کپڑا بیچے گا تو اس کا کرایہ پانچ درہم ہو گا، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ صحیح ہے، امام صاحب کا قول اول یہ تھا کہ اس صورت میں اجارہ فاسد ہے۔ دلیل یہ ہے کہ

کرایہ کا گھر یا دکان میں سکونت پر واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کی تسلیم یعنی اسے خالی کر کے اس کو دینے پر واجب ہوتا ہے جب اسے خالی کر کے کرایہ دار کو دے دیا اب یہ نہیں معلوم کہ اس میں وہ کیا کرے گا اب بدل کرایہ مجہول ہے لہٰذا یہ اجارہ فاسد ہوا۔ لیکن امام صاحبؒ نے اس قول سے رجوع فرمالیا ہے۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی وجہ یہ ہے کہ کرایہ دار کو دو متعین اور معلوم چیزوں کا اختیار دیا گیا ہے، اور یہ جائز ہے جیسا کہ کوئی درزی سے کہے کہ اگر تو نے مجھے رومی طرز سے کپڑا سیکر دیا تو تیری اجرت اتنی ہوگی اور اگر یہ کپڑا فارسی طرز سے سیکر دیا تو اتنی ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ کاروبار ایسا ہوتا ہے جس سے گھر یا دکان کو نقصان پہنچتا ہے، مثلاً لوہاری کا مشغلہ ظاہر ہے کہ اس سے مکان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے لھٰذا مالک مکان کی شرط جائز نوعیت کی ہے مزید براں یہ کہ مالک مکان نے کرایہ دار کو دو معلوم اور متعین چیزوں کا اختیار دیا ہے اب معاملہ کرایہ دار کے اختیار پر منحصر ہے، دونوں میں سے جس کو اختیار کرے گا اس کے مطابق اس نے کرایہ دینا ہوگا[9]

مسئلہ نمبر 8: بدل کتابت میں آقا اور مکاتب کا اختلاف ہو جائے: علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں ذکر کیا ہے کہ مالک و مکاتب میں بدل کتابت کی مقدار یا اس کی جنس میں اختلاف پیدا ہوا مالک نے کہا کہ میں نے دو ہزار دینار پر مکاتبت کی تھی مکاتب نے کہا نہیں ایک پزار دینار پر کی تھی یا مالک نے کہا کہ مکاتبت اشرفیوں پر ہوئی تھی مکارب نے کہا نہیں درہموں پر ہوئی تھی تو امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہ ہے کہ دونوں قسم کھائیں گے اور معاملہ رد کر دیں گے۔ جیسا کہ بیع کے اندر بائع اور مشتری کے درمیان ثمن یا مبیعہ کی مقدار یا جنس کے اندر اختلاف پیدا ہو جائے تو دونوں قسم کھا کر بیع کو فسخ کریں گے۔ چونکہ مکاتبت بھی معنیً مال کا تبادلہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع فرمایا ہے بعد میں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مکاتب کا قول معتبر ہوگا خواہ اس نے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو[10]۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی وجہ یہ ہے کہ آقا اور مکاتب کے درمیان جو تبادلہ ہوتا ہے تو حقیقتاً تبادلہ مالیہ نہیں ہے لھٰذا اس معاملے کو بائع اور مشتری کے معاملے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے مکاتب کا قول معتبر ہونا چاہئے چونکہ اس کا مستحق ہے اسی استحقاق کی بناء پر اس کا قول ماننا چاہئے[11]۔

مسئلہ نمبر9: شُفعہ: علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع کتاب الشفعہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر زمین کے دو پلاٹ بکر کے ہوں اور شفیع کا حق شفعہ صرف ایک پر ہو سکتا ہے اور بیع دونوں کی ایک ہو تو کیا شفیع اپنے شفعہ سے دونوں خرید سکتا ہے یا نہیں؟

تو اس کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ پہلا قول ہے کہ شفیع صرف ایک پلاٹ کو لے سکتا ہے جو اس کے قطعہ زمین سے ملا ہو۔ حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ شفیع اپنے حق شفعہ سے تمام پلاٹ لے سکتا ہے، اس کے متعلق امام کرخیؒ فرماتے ہیں جو بدائع الصنائع میں نقل ہے، کہ حسن بن زیاد کی روایت اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحبؒ نے اپنے قول اول سے رجوع کیا ہے[12]

وجہ رجوع: وجہ رجوع امام ابو حنیفہؒ کا یہ ہے کہ شفیع کو اس گھر کے قریب والے پلاٹ کے اندر حق شفعہ حاصل ہے باقی پلاٹوں میں اس کو حق شفعہ نہیں ہو سکتا لیکن اب شفیع اگر ان میں سے صرف پلاٹ خریدتا ہے تو اس سے تفریق الصفقہ لازم آتی ہے اب اس کیلئے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ شفیع تمام پلاٹ خرید لے۔

مسئلہ نمبر10: غلام کی دیت یا قیمت دینے کا مسئلہ: علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ آزاد آدمی کے جس عضو تلف کر دینے سے دیت لازم آتی ہو اگر وہی عضو کا تلف کر دیا جائے تو اس کی قیمت واجب ہو گی۔ اور جس عضو میں نصف دیت واجب ہوتی ہو اس میں نصف قیمت واجب ہو گی۔ اس روایت کے عموم سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص غلام کا کان کاٹ لے یا اس کی بھوں مونڈ دے، اور بال نہ اُگیں تو اس میں نصف قیمت واجب ہو گی، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ سے حسن کی روایت بھی یہی ہے مگر آپؒ نے وجوبِ حکومت عدل کی طرف رجوع کر لیا۔ یعنی اس کی قیمت کے متعلق دو عادل آدمی جو فیصلہ کریں وہی لازم ہو گا۔

وجہ رجوع: امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کی ایک وجہ دلیل عقلی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی غلام کے کان کاٹ ڈالے تو اس کے ذمہ غلام کی نصف قیمت ادا کرنی ہو گی۔ تو اس چیز عقل اس لئے تسلیم نہیں کرتی کہ غلام کا منفعت ہے نہ کہ اس کی خوبصورتی غلام اگر کن کٹا ہے تو اس کی منفعت میں کوئی نقصان نہیں آتا غلام میں خوبصورتی اچھی چیز ہے لیکن مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ مقصود بالذات اس کی منفعت ہے۔ دوسری وجہ جو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بہت ناپسند سمجھتے تھے کہ غلام کے کان کا ضمان نصف قیمت ہو۔ "قال

محمدرحمه اللهاستقبح ابوحنيفة ان يضمن فی اذن العبد نصف القيمة وهذا دليل الرجوع"۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ ناپسند فرماتے تھے کہ غلام کے کان کا ضمان آدھی قیمت ہو،اور یہ اس کی رجوع دلیل ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے قول اول سے رجوع فرمایاہے[13]۔

مسئلہ نمبر11: گھوڑے کا گوشت کھانا:گھوڑے کے گوشت کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے دواقوال منقول ہیں۔پہلا قول یہ ہے کہ گھوڑے کاشت کھانا حرام ہے۔اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے۔"وَالْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً،وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[14]۔اور گھوڑے،اور خچر اور گدھے کہ تم ان پر سوار ہو کر،اور زینت کے لیے،اور وہ پیدا کرے گا،جس کی تمہیں خبر نہیں۔پہلی دلیل قرآن کریم میں حیوانات کے متعلق احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالی نے گھوڑے وغیرہ کی خلقت کا مقصد سواری اور زینت بنایا ہے۔اس میں کھانے کا کہیں کوئی تذکر نہیں ہے،اور یہ بات مسلم ہے کہ اللہ پاک حکیم ہیں،اور حکیم کا ہر نعل پر حکمت ہوتا ہے لہذا اگر کھانا یہ گھوڑے کی اعلیٰ منفعت میں سے ہوتا اور اس کی تخلیق کے بنیادی مقاصد میں اکل بھی شامل ہوتا تو اللہ تعالی موقعہ امتنان پر ضرور اس کی وضاحت فرماتے لیکن باری تعالی کا سکوت من بیان الاکل یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اکل گھوڑے کی اعلی منفعت میں پہلے نہیں ہے۔لہذا اس کا کھانا حرام ہو گا۔ دوسری دلیل جو عقلی ہے،وہ یہ کہ گھوڑاد شمنوں سے جنگ کے وقت انھیں بھگانے اور مرعوب کرنے کا ذریعہ ہے،اسی طرح جہاد کا بہترین ساتھی اور معاون ہے،اگر ہم اس کے کھانے کی اجازت دیتے ہیں،تو مقصد جہاد میں کمی اور نقص لازم آئے گا،جو درست نہیں ہے لہذا اس وجہ سے بھی اس کا کھانا درست نہیں ہے،پھر یہ کہ مال غنیمت سے گھوڑے کو بھی حصہ دیا جاتا ہے،حدیث میں اس کی وضاحت ہے، "للفارس سهمين وللراجل سهم"۔ غزوہ خیبر میں مال غنیمت سے سواروں کو دو حصے دیئے تھے اور پیدل فوجیوں کو ایک حصہ،اور مال غنیمت سے حصہ ملنا ہی یہ گھوڑے کے محترم اور جہاد میں نہایت کارگر ہونے کی علامت ہے،اور اس کے کھانے کی اجازت دینے میں ان چیزوں کا فقدان ہے،لہذا اس کا کھانا حرام ہو گا۔ اس قول سے امام ابو حنیفہؒ نے رجوع فرمالیا تھا۔امام ابو حنیفہؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا بکراہت تنزیہی جائز ہے۔

وجہ رجوع: مجمع الانھر میں علامہ افندیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے وفات سے تین دن پہلے اپنے قول اول سے رجوع فرمالیا تھا[15]۔ اور رجوع کی وجہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حدیث میں پالتوں گدھوں کے گوشت کی ممانعت اور گھوڑے کے گوشت سے متعلق کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔عن جابر بن عبد اللہ قال نہی النبی صلی اللی علیہ وسلم یو خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی لحوم الخیل[16]۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا تھا غزوہ خیبر کے موقع پر گدھوں کے گوشت سے اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔

مسئلہ نمبر12: اگر باپ نے بچے کو تادیباً مارا: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر باپ یا وصی نے بچے کو تادیباً مارا اور بچہ مر گیا تو امام صاحب کے نزدیک دونوں پر ضمان آئے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول ہے، امام ابو حنیفہؒ نے اس قول سے رجوع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس صورت اگر عرف وعادت کے مطابق مارا تو دونوں پر ضمان نہ آئے گا[17]۔

مسئلہ نمبر13: استبراء مشتری پر ہے نہ کہ بائع پر: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ایک شخص نے باندی فروخت کی اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اقالہ کر لیا تو امام صاحب اولاً اسکے قائل تھے کہ بائع پر استبراء رحم واجب ہے پھر عدم وجوب کی طرف رجوع کر لیا اور فرمایا کہ استبراء مشتری پر واجب ہے[18]۔

وجہ رجوع: استبراء مشتری پر واجب ہے بائع پر نہیں اس لئے کہ وجوب استبراء کی علت وطی کا ارادہ ہے اور وطی کا ارادہ مشتری کا ہے بائع کا نہیں۔لہذا وجوب استبراء مشتری پر ہوا نہ کہ بائع پر۔

مسئلہ نمبر14: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کر دیا جائے: صورت مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص نے وصیت کی کہ اس کا غلام فروخت کر کے اس کا ثمن مساکین پر صدقہ کر دیا جائے چنانچہ وصی نے اسے فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ ثمن اس کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا پھر غلام کسی اور کا مستحق نکل گیا تو وصی ضامن ہو گا، کیونکہ وصی ہی عاقد ہے لہذا ذمہ داری بھی اسی پر ہو گی اور یہ ذمے داری ہے، کیونکہ وصی سے خریدنے والا صرف اس لیے ثمن دینے پر راضی ہوا ہے تاکہ مبیع اس کے سپرد کر دی جائے حالانکہ مبیع اس کے سپرد نہیں کی گئی ہے، لہذا وصی بائع نے غیر کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر لے لیا ہے، اس لیے

وصی پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ یا پہلے اس بات کے قائل تھے کہ وصی رجوع نہیں کرے گا پھر اس سے بیان کردہ قول کی طرف رجوع کر لیا اور وصی تمام ترکہ میں رجوع کرے گا[19]۔

وجہ رجوع: چونکہ وصی عاقد ہے اور حقوق بیع کی ذمہ داری عاقد پر ہی آیا کرتی ہے اور یہ بھی ذمہ داری ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس نے وصی سے یہ غلام خریدا ہے اور اس نے جو وصی کو ثمن ادا کیا ہے تو اس کا منشاء یہ ہے کہ غلام میرے حوالہ کیا جائے ورنہ اس کے بغیر وہ ثمن ادا کرنے پر راضی نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وصی نے جو بائع ہے اس نے غیر کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر لے لیا تو دس پر اس مال کا واپس کرنا واجب ہے۔

الغرض

امام ابو حنیفہؒ کے مرجوع عنہا اقوال میں التحالف کا اصول ان کی فقہی بصیرت اور اجتہادی مہارت کا نمایاں پہلو ہے۔ ان اصولوں کا تجزیہ اسلامی قانون کے ارتقاء میں امام صاحب کے کردار کو مزید واضح کرتا ہے۔ التحالف کے ذریعے اختلافی مسائل کے حل اور معاشرتی ضروریات کے مطابق شریعت کی تطبیق میں ان کی خدمات آج بھی قابل تقلید ہیں۔ یہ مطالعہ نہ صرف فقہ حنفی کی گہرائی کو سمجھنے میں معاون ہے بلکہ جدید دور میں اجتہادی اصولوں کے نفاذ کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

[1] البابرتی،محمد بن محمد اکمل الدین ابوعبداللہ ابن شیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی،(المتوفیٰ786ھ)العنایۃ،الطبعۃ الاولیٰ،(بیروت:دارالفکرالعلمیۃ)،2007ء،436/4

[2] الکاسانی،الامام علاء الدین بن ابی بکربن مسعود،(المتوفی587ھ)،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،الطبعۃالاولیٰ،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ)،2002ء،216/6

[3] الزیلعی،عثمان بن علی،(المتوفیٰ1343ھ)العنایۃ،الطبعۃ الاولیٰ،(دارالکتب الاسلامی)، 1314ھ،25/5

[4] ابن عابدین الشامي،محمدامین بن عمربن عبدالعزیزعابدین دمشقي،(1252ھ)،ردالمحتار،بدون الطبعہ،(لاھور:ضیاءالقرآن پبلیشر)،2017ء،135/11

[5] الکاسانی،الامام علاءالدین ابی بکربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،الطبعۃ الثانیۃ،(بیروت:مکتبۃدارالکتب العلمیۃ)،2002ء،151/10

[6] ابن همام،كمال الدين محمدبن عبدالواحدالسيواسى،(المتوفىٰ861ھ)فتح القدير،الطبعة الاولىٰ،(لبنان:دارالفكرالعلمية)2002ء،95/9

[7] البابرتى،محمد بن محمد اكمل الدين ابوعبدالله ابن شيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين الرومى،(المتوفىٰ786ھ)العناية،الطبعة الاولىٰ،(لبنان:دارالفكرالعلمية)9،73/2004

[8] الكاسانى،الامام علاءالدين ابى بكربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،الطبعة الثانية،(بيروت:مكتبةدارالكتب العلمية)،2002ء،186/4

[9] الكاسانى،الامام علاءالدين ابى بكربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،الطبعة الثانية،(بيروت:مكتبةدارالكتب العلمية)،2002ء،188/4

[10] الكاسانى،الامام علاءالدين ابى بكربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،الطبعة الثانية،(بيروت:مكتبةدارالكتب العلمية)،2002ء،207/4

[11] ابن عابدين شامي،محمدامين بن عمربن عبدالعزيزعابدين دمشقي،(1252ھ)،ردالمحتار،بدون الطبعه،(لاهور:ضياءالقرآن پبليشر)،2017ء،24/11

[12] الكاسانى،الامام علاءالدين ابى بكربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،الطبعة الثانية،(بيروت:مكتبةدارالكتب العلمية)،2002ء،26/5

[13] الكاسانى،الامام علاءالدين ابى بكربن مسعود،(587ھ)،بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،الطبعة الثانية،(بيروت:مكتبةدارالكتب العلمية)،2002ء،313/6

[14] سورة النحل،(16):8

[15] داماد افندى،عبدالرحمٰن بن محمد بن سليمان(المتوفىٰ 1078ھ)،مجمع الانهر فى ملتقى الابحر،بدون الطبعة،(تركيا:دارالطباعة العامرة)،1328ھ513/2

[16] بخارى،ابوعبدالله محمد بن اسماعيل،(المتوفىٰ 256ھ)، صحيح البخارى،الطبعة الخامسة،(دمشق:دار ابن كثير،داراليمامة)،1993ء،2103/5

[17] ابن عابدين شامي،محمدامين بن عمربن عبدالعزيزعابدين دمشقي،(1252ھ)،ردالمحتار،بدون الطبعه،(لاهور:ضياءالقرآن پبليشر)،2017ء،291/12

[18] علامه الشيخ محمدبن حسين بن على الطورى القادرى الحنفى،(المتوفىٰ1138ھ)تكملة البحرالرائق،الطبعةالاولىٰ،(بيروت:داراكتب العلمية)،1418ھ،326/9

[19] المرغيناني،برهان الدين أبي الحسن علي بن أبي بكر،(593ھ)،الهداية،الطبعةالثانية،(كراتشي:مكتبةالبشرى)،2008ء،555/8